ملفوظات
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

ارشاد فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ نے قیاس کو اپنی جیب سے نکالا کہ وہ ظاہر حدیث پر قیاس کو از خود ترجیح دینے لگے ہوں بلکہ وہ تو اس چیز کو جو خلاف اصول کلیہ ہو یعنی قرآن شریف اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو اسکو اختیار نہیں کرتے۔ اور اصل کو برہم نہیں ہونے دیتے۔ خلاف اصول کلیہ کی تاویل کرتے ہیں پھر فرمایا کہ دنیا کے معاملات میں بھی اسی طرح کیا کرتے ہیں کہ جو کچھ فرمان میں اور آئین سلطنت میں لکھا ہوتا ہے۔ اس پر عمل درآمد ہوتا ہے) فرمان و آئین کے خلاف گو بادشاہ کی روایت ہی کیوں نہ بیان کی جائے۔ اسکی تاویل کرتے ہیں پھر فرمایا کہ اپنے اپنے قواعد کے لحاظ سے چاروں مذہب خوب ہیں۔ بلحاظ قواعد کلیہ مذہب حنفی اور بلحاظ قواعد حدیث و تنقیح حدیث مذہب شافعی ہے۔

سید احمد شہید رائے بریلوی سے جو کہ حضرت والا کے اکابر خلفاء میں ہیں، عندالتذکرہ فرمایا کہ دنیا بکھیڑے کی جگہ ہے۔ (جو کام ہو) اللہ کے لئے ہو وہی بہتر ہے۔

ایک شخص نے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد کا مفہوم دریافت کیا تو فرمایا۔ کہ علماء قرب علمی اور صوفیہ قرب وجودی مراد لیتے ہیں۔ بعض لوگوں نے محفل مبارک میں عرض کیا کہ اس زمانے میں حضرت والا جیسا بزرگ (شاید) تمام دنیا میں نہ ہوگا اولیاء اللہ کو امراض لاحق ہوتے ہیں حضرت والا کو بھی متعدد امراض لاحق ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء کی تعریف میں یہ بات بھی لکھی گئی ہے کہ وہ اتنے مشہور ہوئے کہ ان کے حالات کتب ولایت میں مندرج ہیں۔ فضل الٰہی سے حضرت والا کا نام بھی روم، شام، بلخ، بخارا، سمرقند، دمشق مکہ و مدینہ، مصر و عراق بغداد اور علاقۂ فرنگ میں

مشہور ہے اور وہاں کی کتابوں میں آپ کا ذکر خیر ہے۔ حضرت والا نے یہ سن کر تواضع اور انکسار کا اظہار کیا۔ اسی اثنا میں فیض یاب ہونے کی بات بیان فرمائی اور یوں فرمایا کہ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں بائیس بزرگ دہلی میں تھے جو ہر خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور صاحب ارشاد تھے۔ اور ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں اتنے مشائخ ہر سلسلے کے موجود ہوں)

منجملہ ان بزرگوں کے ایک شاہ دوست محمد قادریؒ بھی تھے۔ ایک دن ان سے کسی نے دریافت کیا آپ کا سلسلہ کون سا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں (ایک سلسلے میں) ایک بزرگ کا مرید ہوں اور ان سے سلوک کو طے کیا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں نے خدا کو ایک خرمہرہ کے ذریعہ پایا ہے اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں بادشاہ کا ملازم تھا۔ اس کے ایک کام کو انجام دینے کے لئے گرمی کے زمانہ میں نکلا۔ پیاس لگی۔ صراحی دار سے پانی مانگا اسکے پاس بھی پانی نہ تھا۔ سقہ بھی کوئی نظر نہ پڑا۔ قریب بہ ہلاکت تھا۔ ناگاہ اجمیری گیٹ کے قریب ایک سقے سے ملاقات ہوئی ایک کٹورہ پانی ایک خرمہرہ کے عوض دستیاب ہوا۔ میں پانی پینا ہی چاہتا تھا کہ ایک سائل نے بڑی لجاجت اپنی تشنگی کا اظہار کرکے وہ کٹورہ مجھ سے طلب کیا، اگرچہ نفس نہیں چاہتا تھا مگر اس پر قابو پاکر وہ کٹورہ سائل کو دے دیا، جب اس پیاسے نے پانی پینا شروع کیا اسی وقت مجھے ایک خنکی ایک سرور کی کیفیت اور تجلی الہی کی جھلک اپنے اندر محسوس ہوئی۔ بعد کو میں نے جو ترک دنیا کا شیوہ اختیار کیا اسکی اصل بنیاد یہی پیاسے کو پانی پلانا ہے۔ مابعد کی سب باتیں اسی کے طفیل میں ہوئیں۔

ایک صاحب جو حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آئے تھے حضرت والا کی خدمت میں آب زمزم لائے حضرت والا برائے تعظیم چار پائی سے نیچے اتر کر کھڑے ہوئے اور بعد دعا قدرے آب زمزم نوش فرمایا۔ اور ایک مرید کو دیا انہوں نے دیگر حاضرین مجلس کو بھی وہ تبرک دیا۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ آب زمزم قدرے کھاری ہوتا ہے اور یہ میٹھا پانی تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دوسرا پانی زیادہ ملا لیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا کہ ہم تو معتقد غائبانہ ہیں ہمارے حق میں ہر وہ پانی جو زمزم کے نام سے ہو اور اس سے تھوڑا بہت تعلق رکھتا ہو زمزم ہی ہے یعنی اس کا ثواب ہم پائیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آب زمزم جس نیت سے پیا جائے گا حصول مطلب کی امید ہے۔ اور جو شخص آب زمزم شکم سیر ہو کر پئے گا آتش دوزخ اس پر اثر نہ کرے گی۔

ارشاد فرمایا دہلی ہوئے روضۂ سلطان المشائخؒ پر حاضر ہوا تھا عجیب کیفیت نمودار ہوئی۔ وہاں کوئی شخص مزامیر سے گا رہا تھا میں اسکی طرف متوجہ نہیں ہوا اور مجھے کوئی ظلمت بھی اس وقت محسوس نہیں ہوئی پھر کسی نے مزار پر سجدۂ تعظیمی کیا۔ اسکی ظلمت مجھے محسوس ہوئی۔

ایک صاحب سے جنہوں نے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں۔ اختیار بدست مختار ہے۔

شیخ علی حزیں کا جو کہ مذہباً شیعہ تھے ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ جس وقت وہ دہلی آئے اور ایک حویلی کرایہ پر لی تو اس حویلی کے دروازے پر ایک فقیر رہتا تھا۔ وہ بدستور فقراء صبح کے وقت اپنے سلسلے کے بزرگوں کے نام پڑھتا تھا۔ (شیخ علی حزیں کے کانوں میں بھی آواز پہونچتی تھی) ایک دن صاحب خانہ نے شیخ علی حزیں سے حویلی کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہاں ہر قسم کا آرام ہے مگر دروازے پر تذکرۃ الاولیاء جو بیٹھے ہوئے ہیں ان کو ہٹادو۔

فرمایا کہ میں ۲۷ رمضان کی رات میں بوقت سحر پیدا ہوا تھا چونکہ والدین کے بہت سے بچے مجھ سے پہلے انتقال کر چکے تھے اس لئے میرے پیدا ہونے پر مجھ سے ان کی بہت سی آرزوئیں وابستہ تھیں اس وقت بہت سے بزرگ اور اولیاء حضرت والد ماجدؒ کے خلفاء میں سے مثل شاہ محمد عاشق پھلتیؒ وغیرہ کے مسجد میں معتکف تھے۔ مجھ کو غسل دے کر محراب مسجد میں لاکر ڈال دیا تھا۔ گویا کہ نذر کردیا تھا۔

ہاتھی کی چالاکی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے زمانے ہی میں اب سے کچھ عرصہ پہلے ایک فیلبان تھا جو ایک درزی سے دوستی رکھتا تھا ایک دن درزی سرخ کپڑا سی رہا تھا۔ ہاتھی کو سرخ کپڑے سے طبعاً محبت ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی سونڈھ کو بار بار اس کپڑے کی طرف لے جاتا تھا۔ درزی سوئی اس کی سونڈھ میں چبھو دیتا تھا۔ اس کے بعد ہاتھی جب دریا پر سے لوٹ کر اس درزی کی دکان پر سے گذرا تو انتقاماً وہ پانی جو سونڈھ میں بھر کر لایا تھا اس طرف پھینکا جس سے دکان کے تمام کپڑے تر بتر ہوگئے۔ درزی نے اقرار کیا کہ جرم میرا ہی تھا کہ میں نے اسکی سونڈھ میں سوئی چبھوئی تھی۔ پھر فرمایا کہ میرے ہی زمانے میں بادشاہ کا ایک فیلبان مرگیا۔ بادشاہ نے چاہا کہ کوئی دوسرا فیلبان اسکی جگہ مقرر کیجئے اس لئے کہ فیلبان سابق کا لڑکا کم عمر

تھا اور ہاتھی بہت بڑا اور جنگی تھا۔ مگر ہاتھی نے کسی دوسرے فیلبان کو قابو نہیں دیا۔ ستی دستِ آغاز کی اور آب ودانہ نہیں استعمال کیا۔ تمام فیلبان حیران ہوئے اور انہوں نے یہ سب ماجرا بادشاہ سے بیان کر دیا بادشاہ بھی حیران تھا کہ کیا کیجیے۔ ناگاہ ایک سمجھدار شخص بات کی تہ تک پہنچ گیا اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ فیلبان سابق کے بچے کو لیا جائے اس بچے کو لایا گیا پھر تو وہ ہاتھی قابو میں آ

اہل دہلی کے بیجا خرچ اور اسراف کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ نواب قمرالدین کی عورتیں پانی سے غسل کرنے کے بعد عرق گلاب سے غسل کرتی تھیں، اور دوسرے نوابوں کے گھر میں سو سو روپے کے فقط پھول اور پان (غالباً یومیہ) عورتوں کے خرچے میں آتے تھے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ باوجود اشتداد امراض، حضرت والا کے ہوش و حواس با بجا اور صحیح ہیں۔ یہ قوت ملکیہ ہے طاقت بشری نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ مشہور بات ہے اور تجربے میں بھی آئی ہوئی ہے کہ خادمِ علمِ حدیث ہوش و حواس خراب نہیں ہوتے۔ اگر چہ اس کی عمر سو سے بھی متجاوز ہو جائے۔ بندے تو بچپن ہی سے علم حدیث کا شغل ہے۔

ایک شخص نے اثنا گفتگو میں عرض کیا کہ حضرت والا قطب زمانہ ہیں، ارشاد فرما استغفر اللہ۔ پھر فرمایا کہ اسی وجہ سے تو زمانہ خراب ہے کہ مجھ جیسے قطب اس زمانہ میں ہیں!